(26)

احمدی مستورات کا عظیم الشان کارنامہ

(فرمودہ ۲۷ر جولائی ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت جب چاہتی ہے تو ادنیٰ سے ادنیٰ اور کمزور سے کمزور لوگوں سے بھی وہ کام کرالیتی ہے جو دنیا کے بڑے زبردست سے زبردست اور طاقتور سے طاقتور لوگوں سے بھی نہیں ہو سکتے۔ دیکھو بڑے بڑے بادشاہوں نے چاہا کہ دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کریں۔ سکندر اعظم اسی نیت اور اسی ارادہ کو لیکر نکلا تھا مگر اپنے ارادہ کو تکمیل تک پہنچائے بغیر مرگیا۔ اس زمانہ میں بھی بڑی بڑی حکومتیں چاہتی رہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ ساری دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کریں مگر ان کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئی ہیں۔ لیکن دیکھو جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کردے تو اس نے ایک نہایت کمزور اور ضعیف انسان سے جس کے پاس نہ کوئی سامان تھا نہ دولت نہ طاقت تھی نہ قوت سب کو جمع کردیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے حضور جو درجہ حاصل تھا۔ اور آپ کو جو قرب الٰہی میسر تھا اس کے باعث دنیا کے سارے ہی وجودوں سے آپ بڑے تھے۔ لیکن اگر دنیاوی لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبوت سے پہلے کوئی خصوصیت حاصل نہ تھی۔ آپ کا جو بھی درجہ تھا۔ وہ آپ کو خدا کے حضور حاصل تھا۔ ورنہ اپنے شہر میں نہ آپ کے پاس دولت تھی نہ مال تھا نہ اسباب تھا نہ جتھا تھا نہ طاقت تھی حتیٰ کہ جب آپ نے نکاح کیا تو معمولی گزارہ کے لئے بھی آپ کے پاس مال نہ تھا بلکہ اپنی بیوی جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور سب سے پہلے ایمان لانے کا درجہ نصیب ہوا۔ اس نے اپنا سارا مال آپ کے سپرد کردیا۔ ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود محنت کرکے گزارہ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ جن سے آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کا مال لیکر آپ تجارت کے لئے گئے[1] اور اس کے نفع سے گزارہ کرتے تھے۔ نہ آپ زمیندار تھے۔ اور زمینداری تو مکہ میں ہوتی ہی نہیں۔ نہ آپ کے پاس گھوڑے یا اونٹوں کے گلے تھے۔ بے شک آپ کو لوگ صادق کہتے تھے۔ مگر صادق کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے پاس مال بھی تھا بے شک آپ کو لوگ امین کہتے

تھے۲۔ مگر اس کے معنے تو یہ ہیں کہ آپ دوسروں کے مال کی حفاظت کرتے تھے نہ کہ آپ کے پاس بھی مال تھا۔ بے شک آپ کو لوگ نیک کہتے تھے مگر اس کے یہ معنی تو نہیں کہ لوگ آپ کی اطاعت بھی کریں چنانچہ جب آپ کو خدا نے کہا کہ اٹھ اور ان لوگوں کو ڈرا تو وہی لوگ جو آپ کو نیک کہتے تھے آپ کے مخالف ہو گئے۔ یہ تو دنیاوی لحاظ سے آپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا اور ظاہری سامان جن سے دنیا میں رتبہ اور درجہ حاصل ہوتا ہے وہ آپ کے پاس نہ تھے مگر جب خداتعالیٰ نے چاہا کہ اس وادی غیرذی زرع سے ایک ایسا انسان اٹھاؤں جو دنیا کو ایک خدا کی طرف کھینچ لائے اور ایک مرکز پر جمع کردے تو کوئی روک نہ سکا۔ آپ کا وجود گویا ایک بیج تھا جو بڑھتے بڑھتے ایک بڑا درخت بن گیا اور آپ ہی دنیا کے بادشاہ نہ بن گئے بلکہ آپ کے غلام بھی بادشاہ ہو گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے متعلق آتا ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کے والد کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے پوچھا اب کیا انتظام ہوگا۔ ان کو بتایا گیا ابوبکر خلیفہ ہو گیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا۔ کونسا ابوبکر۔ جب کہا گیا آپ کا بیٹا تو انہوں نے کہا۔ کیا ابو قحافہ کا بیٹا۔ گویا ان کے خیال میں یہ بات آہی نہیں سکتی تھی کہ ان کا بیٹا بھی خلیفہ ہو سکتا ہے۔ حالانکہ جب حضرت ابوبکرؓ کا نام لیا گیا تو قدرتی طور پر انہیں اپنے بیٹے کا خیال آنا چاہیئے تھے۔ مثلاً اگر عبداللہ نام کا بادشاہ ہو اور اسی نام کا ایک شخص کا بیٹا ہو تو جب اسے کہا جائے عبداللہ آگیا۔ تو وہ یہ نہیں خیال کرے گا کہ بادشاہ آگیا بلکہ یہی سمجھے گا کہ اس کا بیٹا آگیا۔ پس قدرتی طور پر انہیں اپنے بیٹے کے متعلق خیال آنا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے پوچھا کون ابوبکر۔ وہ بہت بعد میں اسلام لائے تھے۔ جب انہیں بتایا گیا کہ آپ کا بیٹا تو انہوں نے کہا کہ مجھے آج ہی پتہ لگا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا اثر ہے کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو عربوں نے سردار مان لیا ہے۳۔ حضرت ابوبکرؓ جس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کا کوئی جتھا نہ تھا اور سیاسی طور پر کمزور تھا۔ یوں تو لوگ انہیں نیک سمجھتے تھے۔ وہ ان کے لڑائی جھگڑوں میں صلح صفائی کرا دیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ ان کا جتھا نہ تھا۔ اس لئے سرداری کے قابل نہ سمجھے جاتے تھے۔ مگر آپ کو یہ رتبہ حاصل ہو گیا تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ایسے خاندان جو بہت ہی کمزور تھے ان کو بھی حکومت حاصل ہو گئی۔ پس خداتعالیٰ کا جب منشاء ہوتا ہے تو وہ کمزوروں کو بڑھا دیتا اور ان کے ذریعے ایسے ایسے عظیم الشان کام کراتا ہے کہ دنیاوی لحاظ سے بڑا درجہ رکھنے والے لوگ بھی نہیں کر سکتے۔ اور نبیوں کے آنے کی غرض یہ بھی ہوتی ہیں کہ کمزور کو بڑھا کر بڑا بنائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے متعلق آتا ہے **ونرید ان نمنّ علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین** (القصص : ٦)

فرعون کو اپنی بڑائی اور سازو سامان پر گھمنڈ تھا۔ اور اس کا منشاء تھا کہ خدا بن جاؤں۔ ادھر ہمارا منشا یہ تھا کہ وہ لوگ جو فرعون کی نظر میں نہایت ہی ذلیل اور کمزور تھے ان کو حاکم بنا دیں۔ پھر کیا ہوا۔ یہی کہ جو کمزور اور ضعیف تھے وہ غالب آگئے اور وہ فرعون جو زبردست اور بڑا بنا ہوا تھا۔ ذلیل خوار ہو کر مر گیا۔

پس جب اللہ تعالیٰ کمزوروں اور ضعیفوں کو بلند کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ غریبوں کو لیتا اور ان کو بڑھاتا ہے اور یہ ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے۔ دیکھو اگر امتیں قائم کرنے والے نبی بادشاہ ہوتے تو لوگ کہتے اپنی حکومت کے زور سے انہوں نے لوگوں کو اپنا پیرو بنا لیا۔ مگر امتیں قائم کرنے والے سارے نبی ایسے ہی ہوئے ہیں جن کی ابتدائی حالت بہت کمزور تھی۔ حضرت موسیٰ فرعون کی روٹیاں کھا کر پلے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گو کوئی باپ نہ تھا۔ مگر یوسف نجار کے بیٹے کہلائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یتیم رہ گئے تھے اور آپ کی کوئی جائداد نہ تھی۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود ہوئے ہیں۔ آپ بھی دنیاوی لحاظ سے کوئی وجہ امتیاز نہ رکھتے تھے۔ بعض انبیاء بادشاہ ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت سلیمان مگر ان سے کسی سلسلہ کی بنیاد نہیں چلی۔ اور وہ حضرت داؤد کے سلسلہ کی عظمت کے زمانہ میں ہوئے۔ اس سلسلہ کے تنزل کے وقت نہیں ہوئے۔ تنزل کے وقت وہی ہوئے جو کمزور اور ضعیف تھے۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ ایک جماعت قائم کی ہے اور اس سے بھی وہ کام لے رہا ہے جو آج تک بڑے بڑے بادشاہ بھی نہیں کر سکے۔

تھوڑا عرصہ ہوا میں نے اسی مسجد میں کھڑے ہو کر اپنا منشاء ظاہر کیا تھا کہ برلن میں مسجد تعمیر کی جائے۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ گو ہماری جماعت پہلے ہی کمزور ہے اور اخراجات کا بہت بوجھ اٹھائے ہوئے ہے مگر اس کا بھی جو کمزور حصہ ہے اس کے سرمائے سے مسجد بنے۔ گویا دنیا میں سب سے زیادہ کمزور جماعت جو ہے اس کا بھی کمزور حصہ (یعنی مستورات جو اس لحاظ سے بھی کمزور ہیں کہ ان کی کوئی علیحدہ کمائی نہیں ہوتی اور اس لحاظ سے بھی کہ مردوں جتنا علم نہیں ہوتا) یہ اس کام کو کرے تاکہ یہ ایک زبردست نشان ہو۔ جب میں نے عورتوں میں یہ تحریک کی تو ہماری جماعت کے بعض لوگ بھی سمجھے کہ اتنا روپیہ نہ جمع ہو سکے گا۔ پہلے میں نے تیس ہزار کا اندازہ لگایا تھا لیکن تحریک کرنے کے وقت پچاس ہزار کر دیا جسے ہماری جماعت کے لوگوں نے بھی بہت بڑی رقم سمجھا۔ اور جب یہ رقم ۲۰ ہزار کے قریب وصول ہو چکی تو غیر اخباروں نے حیرت اور استعجاب کے ساتھ اس کا ذکر کیا۔ اور لکھا کہ احمدی عورتوں نے اس قدر روپیہ جمع کر دیا ہے۔ پھر ابھی وہ مدت مقررہ گزری نہ تھی جو اس چندہ کی فراہمی کے لئے مقرر کی گئی تھی کہ مطلوبہ رقم سے زیادہ روپیہ یعنی ۶۰ ہزار جمع ہو

گیا۔ اس کے بعد میں نے ایک اور اعلان کیا جس میں لکھا کہ روپیہ کی ابھی اور ضرورت ہے اب اگر وعدے وغیرہ بھی ملا لئے جائیں تو ستر ہزار کے قریب چندہ ہو گیا ہے۔ یہ اس جماعت کے کمزور حصہ کا کارنامہ ہے جو اس وقت دنیا میں سب سے کمزور ہے ہماری جماعت کی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ لیکن اگر عام مسلمانوں میں بھی اعلان کیا جاتا کہ ان کی عورتیں تین ماہ کے عرصہ میں اس قدر چندہ دیں تو اگرچہ ان میں کروڑ پتی اور لاکھ پتی بھی ہیں نواب اور راجے بھی ہیں۔ تو بھی اس آسانی سے اتنا چندہ جمع نہ ہو سکتا تھا۔ ان کے بڑے بڑے لیڈر سردار خان بہادر وغیرہ باہر دورے کریں گے اور شہر شہر پھریں گے تب جا کر چندہ جمع ہو گا۔ مگر یہاں نہ میں باہر نکلا نہ کوئی ہمارا وفد چندہ جمع کرنے کے لئے گیا۔ صرف اخباروں میں اعلان کیا گیا اور ہماری جماعت کی عورتوں نے مقررہ مدت میں چندہ جمع کر دیا۔ اس سے خدا تعالیٰ نے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور جماعتوں کو لیکر ان سے جو کام لیتا ہے وہ بڑے بڑے لوگ بھی نہیں کر سکتے۔ کجا ہندوستان پھر کجا احمدی جماعت اور پھر کجا انکی بھی عورتیں کہ ان کے سرمایہ سے برلن میں مسجد تیار ہو۔ یہ مسلمان بادشاہوں کے لئے عبرت اور غیرت کا مقام ہے۔ اور انہیں کہا جا سکتا ہے کہ تمہارے پاس مال تھے۔ تمہارے پاس ملک تھے۔ تمہارے پاس سامان تھے۔ مگر تم عیش و عشرت میں پڑے رہے اور اپنے اموال کو اپنے نفسوں پر خرچ کرتے رہے مگر اس کمزور جماعت کے کمزور حصہ نے جسے تم کافر کہتے ہو اس کی عورتوں نے کفر گڑھ میں مسجد بنانا شروع کر دی۔ میں تو اس بات کو نہیں مانتا لیکن کہتے ہیں قارون کا خزانہ زمین میں دفن ہے۔ یہ مثال کے لئے عمدہ بات ہے ہم خزانہ رکھنے والوں کو کہہ سکتے ہیں کہ تمہارے خزانے تو زمین کے نیچے دفن ہیں یا تمہارے نفسوں پر خرچ ہوئے مگر دیکھو ایک غریب جماعت کی عورتوں نے کس طرح خدا تعالیٰ کے لئے اپنا مال خرچ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ہم مسلمان بادشاہوں کا کیوں ساتھ نہ دیں۔ میں کہتا ہوں ان کی بادشاہت اور ان کے خزانوں سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا۔ ان کا خزانہ تو قارون کے خزانہ کی طرح بند ہی رہا۔ اصل خزانہ احمدی جماعت کا ہی خزانہ ہے جو خدا کے دین کے لئے خرچ ہو رہا ہے۔ وہ لوگ جو امیر ہیں دراصل غریب ہیں کہ اسلام کے لئے ان کے اموال خرچ نہیں ہوتے اور ہماری جماعت جو غریب ہے حقیقت میں یہی امیر ہے کہ اس کا مال دنیا کے فائدہ کے لئے خرچ ہو رہا ہے۔

پس یہ کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ایک قلیل عرصہ میں قلیل جماعت کی قلیل تعداد اور کمزور حصہ نے مطلوبہ سرمایہ سے بھی زیادہ جمع کر دیا۔ اور مسجد بننے کا کام شروع ہو گیا۔ آج میں نے اس بات کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ میں نے لکھا تھا جب مسجد کی بنیاد رکھنے کا کام شروع ہو تو یہاں تار دیں تاکہ جماعت دعا کرے۔ آج تار آگئی ہے جس میں لکھا ہے کہ آج کے دن 9 بجے بنیادیں کھدنی

شروع ہو جائیں گی۔ چونکہ وہاں یہاں کی نسبت بعد میں سورج طلوع ہوتا ہے اس لئے وہاں کے ۹ بجے کے یہ معنے ہیں کہ اس وقت جو جمعہ کی نماز کا وقت ہے وہاں ۹ بجیں گے۔ اور گویا اس وقت وہاں بنیادیں کھودی جا رہی ہوں گی۔ چونکہ یہ خصوصیت سے قبولیت دعا کا وقت ہے اس لئے میں جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا کریں خدا تعالیٰ اس کام کو بابرکت کرے اور جس طرح عیسائیت ان ممالک میں پھیلی اس سے بڑھ کر اسلام پھیلے اور جس طرح ہم نے وہاں مسجد بننے کی خوشخبری سن لی ہے اسی طرح اسلام کی ترقی اور عظمت کا نظارہ بھی اپنی زندگی میں دیکھ لیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ کام ہو کر رہے گا اور ضرور ہو گا مگر جو شخص کسی کام کے کرنے میں حصہ لیتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی تکمیل کو بھی دیکھے۔ ہم نے اس کام میں حصہ لیا اور ہماری بھی خواہش ہے کہ ہم اپنی زندگی میں وہاں توحید کی پرستش ہوتی دیکھیں اور سب لوگ ایک خدا کی عبادت کرتے نظر آئیں۔ یہ کام ہو گا مگر ہماری خواہش ہے کہ ہمیں بھی اس کو دیکھنے کا موقع نصیب ہو۔ اسی طرح ۵ ر اگست کے متعلق بھی اعلان ہو گا اور اس دن جس وقت بنیاد رکھی جائے گی وہ یہاں کے لحاظ سے عشاء کے قریب کا وقت ہو گا۔ میں دوسرے خطبہ کے بعد کھڑا ہو کر دعا کروں گا جماعت بھی دعا میں شامل ہو۔

دوسرا عربی خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا۔

یہ آخری فقرہ **اذکروا اللہ یذکرکم** کہ تم خدا کو یاد کرو۔ خدا تم کو یاد کرے گا۔ اس میں بھی اسی بات کا ذکر ہے دیکھو عزت اور شرف کیا ہے۔ یہی کہ حکومت یاد کرے۔ انسان بادشاہ کا مقرب ہو جائے خدا تعالیٰ فرماتا ہے **اذکروا اللہ یذکرکم** تم خدا کو یاد کرو تو خدا کے مقرب ہو جاؤ گے۔ اور خدا کے ذکر کی سب سے اعلیٰ جگہ مسجد ہے گویا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا کے ذکر کے سامان مہیا کرو۔ تمہارا ذکر بھی بلند ہو جائے گا۔ پس اگر دنیا میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت قائم ہو جائے اور لوگ صرف خدا ہی کے آگے سجدہ کریں تو سمجھو ہم بھی کامیاب ہو گئے اور ہمیں اس روحانی جنگ میں فتح حاصل ہو گئی۔ ورنہ کئی قومیں لڑیں اور تباہ ہو گئیں۔ اب ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ پس خدا تعالیٰ کے ذکر سے ہی ہماری یاد قائم رہ سکتی ہے۔ یوں تو شریروں کی یاد بھی قائم رہتی ہے لیکن کیا ان کا نام کوئی عزت اور توقیر سے لیتا ہے ہرگز نہیں۔ اصل یاد خدا تعالیٰ کے ذکر سے ہی قائم رہتی ہے۔ اور پھر کوئی اسے مٹا نہیں سکتا۔ پس جو نیک کام کرتے ہیں انہی کی یاد قائم رہتی ہے۔ اب میں دعا کرتا ہوں۔ عورتیں بھی دعا میں شامل ہوں۔

(الفضل ۳ ر اگست ۱۹۲۳ء)

۱۔ طبقات ابن سعد جزو اول ص۱۱۱

۲۔ سیرت ابن ہشام جزو اول ص۱۹۷

۳۔ تاریخ الخلفاء کانپوری ص۵۳